بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انٹر نیشنل

ISSN2754267

جون ۲۰۲۶ء

۱۵ ذوالحج ۱۴۴۷ھ تا ۱۵ محرم ۱۴۴۸ھ

ALLAH IS WITH US

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان۔

ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا (فرمانِ مسیح موعود بحوالہ کتاب نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

حضرت مرزا غلام احمدؒ مُدعی نبُوت نہیں مجدّدِ صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی۔

مدیر

چیف ایڈیٹر فضل حق،

اسٹنٹ ایڈیٹر لَورڈ شاہد عزیز

فہرست ــ مضامین

نمبر شمار	عنوان	از	صفحہ نمبر
۱	حضرت مولانا محمد کا مقام	مرتب: ارشد علوی مرحوم	۲
۲	خطبہ عید الاضحیٰ	حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	۶
۳	ایثار، قربانی اور خدمت انسانی	ابو عباد	۸
۴	ہماری قربانیوں کا مقصد	ناظمہ حق	۱۲

عید الاضحیٰ کی حقیقت

در حقیقت اس دن میں بڑا سر یہ تھا کہ حضرت ابراہیم نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لہلہاتے کھیت دکھائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کیا۔ اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے اور خدا کے حکم کے سامنے اُس کی اپنی جان، اپنی اولاد، اپنے اقرباو اعزا کا خون بھی خفیف نظر آوے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہر ایک پاک ہدایت کا کامل نمونہ تھے کیسی قربانی ہوئی۔ خونوں سے جنگل بھر گئے۔ گویا خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ باپوں نے اپنے بچوں کو، بیٹوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا اور وہ خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے بھی کیے جاویں تو ان کی راحت ہے۔ مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجز ہنسی اور خوشی اور لہو و لعب کے روحانیت کا کونسا حصہ باقی ہے۔ یہ عید اضحیٰ پہلی عید سے بڑھ کر ہے اور عام لوگ بھی اس کو بڑی عید تو کہتے ہیں مگر سوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں جو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں اور اُس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے [illegible]

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-۱۹۳۰ تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰-۲۰۱۰ Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ - انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ GroupPure Discussions WhatsApp

عیدین - انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

حضرت مولوی محمد علی صاحبؒ کا مقام

احایث نبویہ و امام عصر حاضر کے الہامات اور ارشادات کی روشنی میں

قسط نمبر ۴

از محترم جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری

حضرت مسیح موعودؑ کا فیصلہ

کہ مولوی صاحب نیک اندرون ہیں

نوٹ: حضرت مولیٰنا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خدمات تبحر علمی اور بلند پایہ شخصیت پر پردہ ڈالنے کے لئے قادیانی پریس نے بیشمار غلط بیانیاں کرکے بہت سی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں اور اس باطل پروپیگنڈا سے اپنی جماعت کی نظروں سے حضرت محمد علیؒ کے کام اور مقام کو اوجھل کیا ہوا ہے ان غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے ازالہ کے لئے محترم جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے یہ نہایت مبسوط اور مدلّل مقالہ تحریر فرمایا ہے جس میں حضرت مولیٰنا کے مقام کی آنحضرت صلعم کی احادیث اور حضرت امام عصر حاضر کے الہامات سے واضح فرمایا ہے ہم قادیانی دوستوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ٹھنڈے دل کے ساتھ اس مقالہ کو مطالعہ فرمائیں اور اپنی جماعت کے دوستوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس مقالہ کو قادیانی دوستوں تک پہنچادیں۔۔۔۔(مدیر)

طاعونی موت سے حفاظت والے وعدۂ الٰہی سے کونسا احمدی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

بہت سال سے متواتر یہ پروپیگنڈا جاری ہے کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کا ایمان خالص ایمان نہ تھا۔ بلکہ اپنے اندر نقص رکھتا تھا۔ جس کی وجہ سے اُنہیں ٹھوکر لگی اور وہ بیعت کی سعادت سے محروم رہے۔ اب ہم نے دیکھنا

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ :۔"اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔"

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: اور "اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

ہے کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ کا بھی حضرت مولوی صاحب کے ایمان کے متعلق یہی خیال تھا۔ جس کا اظہار ہو رہا ہے یا اس کے برعکس حضورؑ آپ کے ایمان کو کامل اور بے لوث ایمان یقین کرتے تھے۔ پیشتر اس کے کہ مَیں اس بارہ میں حضور علیہ السلام کی کوئی تحریر پیش کروں کہ ایک بات تو بطور تمہید کے عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان ایام میں جبکہ طاعوں پنجاب میں زوروں پر تھی بطور نشان کے یہ بشارت دی گئی تھی انی احافظک خاصۃ۔ یعنی ”مَیں تجھے خاص طور پر طاعونی موت سے محفوظ رکھوں گا“۔ چنانچہ یہ پیش گوئی جس شان وشوکت کے ساتھ پوری ہوئی اس کا شدید سے شدید دشمن بھی انکار نہیں کر سکتا، قادیان میں طاعون آئی اور بار بار آئی لیکن حضور علیہ السلام معجزانہ طور پر ہر بار اس سے محفوظ رہے اس بشارت کے ساتھ ایک دوسری بشارت بھی تھی کہ انی حافظ کل من فی الدار یعنی مَیں ان سب کو بھی طاعونی موت سے بچاؤں گا جو تیرے گھر میں بود وباش رکھتے ہیں مگر یہ الہام پہلے کی طرح مطلق نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ الا الذین علوا باستکبار کی قید تھی جس کے معنے یہ ہوئے کہ گھر کے اندر رہنے والوں میں سے کوئی شخص ایسے غلو سے کام لینے والا ہو گا جس کے اندر استکبار پایا جاتا ہو تو وہ حفاظت کے اس حتمی وعدہ سے باہر ہے اور پھر ایک اور الہام میں یہ بھی کھول کر بتا دیا گیا تھا کہ بیعت کرنے والوں میں سے طاعونی موت سے محفوظ رکھے جانے کے حتمی وعدہ سے وہی احمدی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جس کا ایمان ظلم کی ملونی سے بالکل پاک ہو چنانچہ وہ الہام یہ ہے

وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُواْ إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ.(الانعام:۸۲)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کی ملونی سے پاک رکھا ان کے لئے امن ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامل ہدایت یافتہ ہیں۔

حضرت اقدس کے بعض اہم اعلانات

چنانچہ الہامات مندرجہ بالا کی بناء پر حضرت اقدسؑ نے اپنے مریدوں کے متعلق حسبِ ذیل اعلانات شائع فرمائے۔

”اور یاد رہے کہ میرے کسی کلام میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ کہ ہر ایک شخص جو بیعت کرے۔ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ بلکہ یہ ذکر ہے کہ

وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُواْ إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ.(الانعام:۸۲)

پس کامل پیروی کرنے والے اور ہر ایک ظلم سے بچنے والے جس کا علم محض خُدا کو ہے۔ بچائے جائیں گے۔ اور کمزور لوگ طاعون سے شہید ہو کر شہادت کا اجر پائیں گے۔ اور طاعون ان کے لئے تمحیص اور تطہیر کا موجب ٹھیرے گی“۔ (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۲۲)

”وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا۔ وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور ان آخری دنوں میں خُدا کا یہ نشان ہو گا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پیروی نہیں کرتا۔ وہ تجھ میں سے نہیں ہے۔ اس کے لئے مت دلگیر ہو“۔ (کشتی نوح صفحہ ۲)

”ایسے وقت میں کہ طاعونی موت ایک قہر آلہی کا نمونہ ہو۔ اور بطور نشان کے دنیا پر آئے۔ میرا دل ہرگز اس بات کی شہادت نہیں دے سکتا۔ کہ کوئی کامل متقی اس ذلت کی موت سے مر سکتا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ کامل متقی ضرور اس سے بچایا جائے گا“۔ (ڈائری ۲۵-۲-۱۹۰۲ بدر جلد ۱۱ صفحہ ۵۰۶)

”اور جو ہمارے مرید سچے دل سے بیعت کرنے والے اور مقاصد کو سمجھنے والے اور عمل کرنے والے ہیں۔ وہ بھی محفوظ رہیں گے۔ مگر اس بات کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ کہ ایسے لوگ کون سے ہیں“۔

(ڈائری ۴ ستمبر ۱۹۰۲ از نمونہ پرچہ القادیان صفحہ ۸)

دو یقینی باتیں

ان اعلانات سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کو یہ یقین ہے کہ طاعون چونکہ حضورؑ کی صداقت کے لئے بطور نشان کے بھیجی گئی ہے اس لئے وہ لوگ جو کامل پیروی کرنے والے اور حضور میں اپنے کامل تقویٰ کے ساتھ محو ہیں اور سچے دل سے بیعت کرنے والے اور حضور کے مقاصد کو سمجھنے والے اور ان کے مطابق عمل کرنے والے ہیں اور جن کے ایمان کے اندر ظلم کی قطعاً کسی قسم کی ملونی نہیں وہ ضرور اس سے محفوظ رکھے جائیں گے ان کا طاعونی موت کا شکار ہونا ناممکن ہے کیونکہ ایسے کامل الایمان احمدیوں کا طاعون سے مرنا جبکہ وہ بطور نشان کے ہے یقیناً حضور کے اس عظیم الشان نشان کو مشتبہ کر دینے والا ہوتا۔

اس یقین کے اظہار کے ساتھ ہی حضورؑ اس امر کا بھی اظہار فرما رہے ہیں۔

”مگر اس بات کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے کہ ایسے لوگ کون سے ہیں“

”پس کامل پیروی کرنے والے اور ہر ایک ظلم سے بچنے والے جس کا

علم محض خُدا کو ہے بچائے جائیں گے "۔

پس ان دونوں باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یعنی اوّل یہ کہ کامل متقی کے لئے ہی حفاظت کا حتمی وعدہ ہی اور دوسرے یہ کہ ایسے کامل متقی کا علم بھی محض خُدا کو ہی ہے جناب میاں صاحب اور حضرت مولوی صاحب کے دیگر حاسدین و معاندین خشیتہ اللہ سے کام لیتے ہوئے مندرجہ ذیل واقعہ پر غور کریں۔

حضرت مولوی صاحب کو بخار اور حضرت اقدسؑ کی عیادت

حضرت مولوی محمد علی صاحب کو مئی ۱۹۰۴ء میں جبکہ طاعون کا زور تھا بخار ہو جاتا ہے۔ حضورؑ عیادت کے لئے تشریف لاتے ہیں پھر جو کچھ وقوع میں آیا اس حضور کے مندرجہ ذیل الفاظ میں ملاحظہ کریجئے۔

"ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان میں بھی طاعون تھی مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کو سخت بخار ہو گیا۔ اور ان کو ظنِ غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہے۔ اور انہوں نے مرنے والوں کی طرح وصیت کر دی۔ اور مفتی محمد صادق صاحب کو سب کچھ سمجھا دیا۔ اور وہ میرے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے جس گھر کی نسبت خُدا تعالیٰ کا یہ الہام ہے انی احافظ کل من فی الدار تب مَیں اُن کی عیادت کے لئے گیا۔ اور اُن کو پریشان اور گھبراہٹ میں پاکر مِیں نے اُن کو کہا۔ اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو پھر مَیں جھوٹا ہوں۔ اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے یہ کہہ کر مَیں نے ان کی نبض پر ہاتھ لگایا۔ یہ عجیب نمونہ قدرت آلٰہی دیکھا۔ کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد پایا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا"۔ حقیقتہ الوحی صفحہ ۲۵۳

یہ واقعہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء کے الحکم صفحہ ۳ پر بھی اسی وقت بدیں الفاظ شائع ہوا تھا۔

"آج دن کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ مینجر و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہو گئی۔ اور درد سر اور بخار کے عوارض کو دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گذرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں۔ جب اس بات کی خبر حضرتؑ کو ہوئی تو آپ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپ کو طاعون ہو تو پھر انی احافظ کل من فی الدار۔ الہام اور یہ سب کاروبار گویا عبث ٹھہرا۔ آپ نے نبض دیکھ کر اُنہیں یقین دلایا۔ کہ ہر گز بخار نہیں ہے۔ پھر تھرمامیٹر لگا کر دیکھایا کہ پارہ اس حد تک نہیں ہے کہ جس سے بخار کا شبہ ہو۔ اور فرمایا۔ کہ میرا تو خُدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے اس کی کتابوں پر۔"

حضرت مولوی صاحب کا بلند مقام

ہر وہ شخص جو حضرت مولوی صاحب سے بغض رکھتا ہے اور آپ کے خلاف زہر اُگلتا رہتا ہے خوف خُدا کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضور علیہ السلام کے الفاظ " اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو پھر مَیں جھوٹا ہوں اور میرا دعوےٰ الہام غلط اور میرا سب کاروبار گویا عبث ٹھہرتا ہے" پر ٹھنڈے دل سے سے غور کرلے اور بتائے کہ کیا ایسے شخص کے ساتھ بغض رکھنا خُدا کو کبھی پسند ہو سکتا ہے جس کے وجود کے ساتھ خُدا کا مسیح اپنی صداقت وابستہ کر دے۔ خُدارا غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے شخص کی کیا شان ہوسکتی ہے جس کے متعلق خُدا کا مسیح یہ فرمائے کہ اگر اس کو طاعون ہو جائے تو مَیں جھوٹا میرا دعویٰ الہام جھوٹا اور میرا تمام سلسلہ عبث خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ طاعون کا زور ہوا اور وہ شخص سخت بخار میں مبتلا بھی ہو اور اسے خود بھی طاعون کا ظن غالب ہو۔

اے اندھی تقلید میں حضرت مولوی محمد علی صاحب کو گالیاں نکالنے کے کام کو کارِ ثواب یقین کرنیوالاے دوستو مَیں تمہیں دردِ دل سے اس امر پر دوبارہ غور کرنے کی توجہ دلاتا ہوں کہ کیا ایسا شخص گالیوں کا نشانہ بنانے کے قابل ہے یا اس لائق ہے کہ اس کی زیارت کے شوق کو دل میں پیدا کیا جائے اور اس کے ساتھ دلی محبت کرنے کو فخر سمجھا جائے۔

غور کرو اگر حضرت مولوی صاحب طاعون سے فوت ہو جاتے تو حضرت اقدسؑ پر کیا اعتراض وار ہو سکتا تھا کیا حضرت اقدس کا الہام ہر اس شخص کی حفاظت کا وعدہ دے رہا تھا۔ جو حضور کے گھر میں سکونت رکھتا تھا کیا الہام علو باستکبار سے کام لینے والے کو حفاظت کے حتمی وعدہ سے باہر نہیں رکھ رہا تھا پس جبکہ الاالذین علوا باستکبار اور اِلاَالَّذِینَ آمَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُواْ إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ کی دو قیدیں موجود تھیں تو پھر حضورؑ نے یہ کیوں فرمایا کہ اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو مَیں جھوٹا اور میرا دعویٰ الہام جھوٹا اور میرا سلسلہ عبث کیا حضور الہام آلٰہی میں ان قیدیوں کی موجودگی میں یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ مولوی محمد علی صاحب میرے گھر میں رہتے ہوئے طاعونی موت سے اس لئے فوت ہیں کہ ان کے اندر استکبار موجود تھا اور ان کا ایمان ظلم کی ملونی سے پاک نہ تھا خصوصاً جبکہ حضورؑ ساتھ ہی اعلان بھی کر چکے تھے۔ کہ کسی احمدی کے متعلق میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ اس کا ایمان ظلم کی ملونی سے پاک ہے یا نہیں یا وہ علو وغیرہ سے منزّہ ہے یا نہیں اسکا علم محض خُدا تعالیٰ کو ہی ہے، ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے ایمان کو

مَیں ظلم وغیرہ کی ملونی سے پاک سمجھوں لیکن خُدا کے نزدیک وہ پاک نہ ہو۔

پس حضرت اقدسؑ نے اپنے اوپر جب یہ ذمہ داری لی ہوئی ہی نہ تھی تو حضرت مولوی صاحب کی وفات پر حضورؑ کا وجود یا حضورؑ کا الہام کس طرح اعتراضات کا نشانہ بن سکتا تھا۔ لیکن حضورؑ مولوی محمد علی صاحب کے متعلق حتمی طور پر فرماتے ہیں کہ اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو مَیں جھوٹا میرا دعوے الہام جھوٹا اور میرا سارا کاروبار عبث۔ کیا اس سے واضح نہیں ہوتا کہ حضورؑ حتمی طور پر حضرت مولوی صاحب کو علو باستکبار سے پاک یقین کر رہے ہیں۔ اور اُن کے ایمان کو ظلم کی آمیزش سے وثوق کے ساتھ منزّہ قرار دے رہے ہیں صرف یہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر اُن کے ایمان کو کامل اور اُنہیں اپنی کامل پیروی کرنے والا اور صدقِ دل سے بیعت کرنے والا اور اپنے مقاصد کو سمجھنے والا اور اُن پر عمل کرنے والا اور کامل تقوےٰ کے ساتھ اپنے میں انہیں محو ہُوا ہُوا یقین کر رہے ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی شخص کے متعلق اس قسم کے یقین کا اظہار حضورؑ کبھی کر ہی نہیں سکتے تھے جب تک کہ اس شخص کے دل کی حالت اور اس کے ایمان کی کیفت حضورؑ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کماحقہ، منکشف نہ ہو جائے کیونکہ حضورؑ یہ بیان کر چکے ہیں کہ اس کا علم محض خُدا کو ہی ہے پس جب تک خُدا کی طرف سے علم نہ ہو آپ کس طرح وثوق کے ساتھ ایسا کہہ سکتے ہیں۔

اب جبکہ یہ واقع ہے کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کے متعلق حضور نے اس قسم کے یقین کا اظہار کیا ہے تو کم از کم ہر احمدی کے لئے اس امر کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کی دلی کیفت اور ایمانی حالت حضور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کماحقہ، منکشف ہو گئی تھی اور جس شخص کے ایمان متعلق خود خُدا تعالیٰ بتلادے کہ وہ کمال کے اُس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ اُس کے اندر ظلم کی ملونی بالکل نہیں اور یہ کہ علو باستکبار سے بکلّی پاک ہے اور یہ کہ وہ کامل تقوےٰ سے حضورؑ میں محو ہے اور یہ کہ وہ حضورؑ کی کامل پیروی کرنے والا اور حضورؑ کے مقاصد کو سمجھنے والا اور ان کے مطابق عمل کرنے والا ہے تو اس کے اس مقام سے گرنے کا احتمال ہی باقی نہیں رہتا کیونکہ یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچ کر کسی کے گرنے کا احتمال نہیں ہو سکتا ایسا شخص یقیناً آیت يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۷) ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (۲۸) فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ (۲۹) وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (۳۰) (الفجر: ۲۷، ۳۰)

جنتی کا مصداق ہوتا ہے جنت میں داخل ہونے سے قبل تو گرنے کا احتمال رہتا ہے۔ خواہ جنت اور انسان میں کتنا ہی تھوڑا فاصلہ کیوں نہ ہو لیکن جنت میں داخل ہونے کے بعد پھر گرنے کا احتمال قطعاً باقی نہیں رہتا۔ اور حضرت مولوی محمد علی صاحب کا جو مقام حضرت مسیح موعودؑ کی زبان مبارک سے اوپر بیان کیا گیا ہے وہ مقام یقیناً وہ ہے جو نفس مطمئنہ پانے والوں کا مقام ہوتا ہے۔ اگر حضرت مولوی صاحب کے ایمان کے کمال میں ذرّہ بھی کمی ہوتی تو حضور کبھی بھی اس قدر پُر زور تحدی سے یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو مَیں جھوٹا میرا دعویٰ الہام جھوٹا اور میرا کاروبار عبث پس حضور کا اس قدر دھڑلے سے ایسا کہنا کم از کم ایک احمدی کے لئے تو یہ یقینی دلیل ہے کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کا ایمان اس نقطہ پر پہنچ چُکا تھا جہاں سے گرنا محال ہے پس یہ پروپیگنڈا کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کا ایمان پہلے ہی ناقص تھا یا یہ کہ اب بیعت نہ کرنے سے ناقص ہو گیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ کی روشنی میں بالکل غلط قرار دیئے جانے کے قابل اور اس لائق ہے کہ اس کے ساتھ پوری بے اعتنائی اور کامل بے التفاتی سے پیش آیا جائے۔ ہر وہ احمدی جو سچے دل سے مسیح موعودؑ پر ایمان لایا ہوا ہے اور جس کے دل میں حضور کے مقام کی حقیقی عظمت قائم ہے وہ حضورؑ کے اس فتوےٰ کے بعد جو حضرت مولوی محمد علی صاحب کے متعلق حضور اپنے مندرجہ بالا الفاظ میں صادر فرما چکے ہیں اس قول کو پرِ پشہ کے برابر بھی وُقعت نہیں دے سکتا اور جس کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کی عظمت نہیں بلکہ وہ اپنی ہوا نفس کا تابع ہے وہ جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے۔ ہاں اگر وہ حضورؑ کے ارشاد کو سُن لینے کے بعد اپنے پہلے افعال پر نادم ہو اور استغفار سے کام لے اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کرے اور حضرت مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ اس ادب سے پیش آئے جس کے مستحق اُنہیں حضرت اقدسؑ کے الفاظ قرار دے رہے ہیں تو اس کے لئے بہتر ہو گا ورنہ اس کا معاملہ خُدا کے ساتھ ہے۔

غیر از جماعت دوستوں کیلئے غور کے قابل ایک بات

مندرجہ بالا واقعہ میں صرف احمدیوں کے لئے ہی سبق نہیں بلکہ ان دوستوں کے لئے بھی جو ابھی تک حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی صداقت کے قائل نہیں ہوئے اس واقعہ میں آپ کی صداقت پر غور کرنے کے لئے کافی مواد موجود ہے ہر ایک منصف مزاج آدمی کو سوچنا چاہیئے کہ کیا کسی مفتری کو جو اپنے پاس سے ایک الہام گھڑتا ہے اپنے الہام کی صداقت پر اس قدر یقین ہو سکتا ہے جس یقین کا اظہار حضرت مرزا صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کو اس ظن میں مبتلا پاکر کہ انہیں طاعون ہو گئی ہے کیا ہے اگر فرض کر لو کہ انہوں نے دنیا کو دھوکا دینے کے لئے ایسے یقین کا مظاہرہ کر بھی دیا تو کیا یہ بھی اُن کے

اختیار تھا کہ وہ مولوی صاحب کو طاعون یا طاعونی موت کا شکار ہونے سے بچا بھی لیتے اور اس شدت کے بخار کو جو اُن دنوں طاعون کے زوروں پر ہونے کے باعث طاعون کا شبہ پیدا کر رہا تھا کافور بھی کر دیتے اور نہ صرف اس وقت بلکہ آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے مولوی صاحب موصوف کو طاعون سے محفوظ رکھتے ۔پس مَیں ان تمام دوستوں سے جنہوں نے ابھی تک حضرت مرزا صاحبؑ کو مسیح موعود و مہدی معہود تسلیم نہیں کیا اُمید کرتا ہوں کہ ان کے اہلِ بصیرت اس واقعہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے ۔اور تعصّب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں گے اور حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں داخل ہو کر خدمتِ اسلام کے کام میں مصروف ہو کر جو حضورؑ کی جماعت کا اصل اور اہم کام ہے۔اللہ تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں سے متمتع ہونے کی سعی فرمائیں گے جو حضرت مرزا صاحب بحیثیت مسیح و مہدی ہونے کے اپنے ساتھ لائے ہیں اے اللہ تُو میرے ان بھائیوں کے دلوں کو صداقت کے قبول کرنے کے لئے جلد کھول دے آمین ثم آمین۔

(فہرست-مضامین)

خطبہ عید الاضحیٰ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

ترجمہ:”اللہ بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام کے ساتھ“

”نہ اُن کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ اُن کا خون، لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے، اسی طرح اس نے اُنہیں تمہارے کام میں لگا دیا تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی کرو جو اس نے تمہیں ہدایت دی اور احسان کرنے والوں کو خوشخبری دو“۔(سورۃ الحج ۲۲، آیت ۳۷)

ہر انسان جو کوئی دین رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اس کے سامنے ایک نصب العین ہوتا ہے اور جو اس کے دل میں ایک خواہش ہوتی ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کا قرب اور خوشنودی حاصل ہو۔اسی خواہش کو حاصل کرنے کے لئے جو چیزیں اہم ہیں ان میں ایک نماز کا قائم کرنا اور دوسرا قربانی دینا ہے ۔اس قربانی میں ہم جو جانوروں کی قربانی دیتے ہیں وہ بھی آجاتی ہے اور ہم جو اپنی بہتری کے لئے اس دنیا میں اللہ کے لئے کچھ بھی قربان کر رہے ہوتے ہیں چاہے وہ ہمارا وقت ہو، چاہے وہ ہماری جان ہو، چاہے وہ ہمارا مال ہو، یہ تمام قربانیاں اللہ کو اچھی لگتی ہیں اور وہ بندے کو اپنے قریب لے آتا ہے اور اسی طرح نماز جو اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ایک تعلق کو قائم کرتی ہے۔اگر کوئی نماز ادا کئے بغیر یہ سمجھے کہ وہ اللہ کا قرب حاصل کر سکے گا تو وہ ممکن نہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایک طریقہ بتایا ہے جس کے ذریعے ہم اللہ کو پاسکتے ہیں اور اس میں سب سے پہلے نماز ہے اور قربانی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہستی میں ہم نے نمونہ پایا اور ہم جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ترین شخص تھے ، جب سے انسانیت کا آغاز ہوا اور جب تک انسانیت رہے گی وہ مقام صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پایا اور وہ ایک نمونہ ٹھہرے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے ، آپؐ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ انا اعطینک الکوثر لیکن ساتھ شرط بھی لگادی کہ نماز اور قربانی کا جاری رہنا ضروری ہے۔یہ نہیں کہ ایک مقام کو پالینے کے بعد نمازیں اور قربانیوں کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ اور بڑھ جاتی ہیں۔کیونکہ جب ایک مقام پر ہم پہنچتے ہیں اس سے بہتر تک جو پانا ہے اس کے لئے نماز اور قربانی بہت ضروری ہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”سو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر“ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون نمازیں پڑھتا تھا نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد اور ان سے زیادہ قربانی کس نے دی لیکن ان کے لئے بھی یہی حکم ہوا۔

آج ہم حج کے بعد عید منا رہے ہیں اور اُس کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ان فرائض میں اللہ تعالیٰ کی قربت مقصود ہے اور ان کی وجہ سے ہمیں ہر سال ایک یاد دلائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قربت اور اس کے فرمانبرداری کا عزم ہم نے بڑھانا ہے۔

حج جیسی سعادت جو اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے اس سے بھی ہمیں محروم کر رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے راستے کھولنے پر قادر ہے ۔اس یقین کو اپنے دل سے کسی نے نہیں مٹانا اور دعائوں میں لگے رہنا ہے اور جو ہم قربانیاں دے رہے ہیں وہ دیتے رہنا ہے ۔حتیٰ کہ یہ تمام فیصلہ جات ، یہ تمام فتوے جو انسانوں کو ان کے دینی فرائض سے روکے ہوئے ہیں، ہٹ نہیں جاتے یا ہٹائے نہیں جاتے۔یاد رہے ہٹانے والی ایک ہی ہستی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے۔اس پر مکمل یقین رکھیں اور یہ ایک وقتی آزمائش ہے جو ہمیں حج سے محروم رکھا جارہا

ہے۔ اس آزمائش میں بھی ہم نے اپنی عبادات کو اور بڑھانا ہے۔ اس آرزو میں زندگی بسر کرنی ہے اور آزادی تک اُٹھ اُٹھ کر راتوں کو دعائیں کرنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آزادی عطا فرمائے اور ہمیں ہر آزمائش سے بچائے۔ گو کہ ہم محروم رہتے ہیں لیکن جب بھی ہم ٹی وی لگاتے ہیں اور ہمیں اگر وہ چینل نصیب ہو جس پر حج کے نظارے دکھائے جاتے ہیں تو وہ کتنے روح پرور ہوتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں جو اس وقت ہم دیکھتے ہیں اور جن کے لئے ہمارے دل خوش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے ہم کو بھی بنادے۔ جو کچھ بھی ہم دیکھ رہے ہوتے ہیں عبادات کی اور ارکان حج کی ظاہری شکل ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یاد رہے کہ اسلامی عبادات کے پیچھے اس کی رُوح یا باطن ہوتا ہے۔ اسی کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے جو میں نے خطبہ کے شروع میں تلاوت کی ہیں۔

ترجمہ: ''نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں، نہ ان کے خون لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے''۔

پس تقویٰ قربانی کی رُوح ہے اور تقویٰ تب حاصل ہوتا ہے جب اللہ کی خوشنودی کے لئے انسان اپنی زندگی گذار دے، اپنے آپ کو مکمل طور پر وقف کردے کہ اس کی خوشنودی حاصل کرنی ہے، اسی کو عبادت کہتے ہیں، اسی کو عبدیت کہتے ہیں۔

عبد کون ہے؟

عبد وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے نہ کہ جنت حاصل کرنے کے لئے اور دوزخ سے بچنے کے لئے نیکیاں کرتا ہے بلکہ اللہ کے حکموں پر پوری لگن سے اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔

اگر ہم لفظ قربانی پر غور کریں تو اس کی بنیاد ''ق-ر-ب'' ہے یعنی وہ چیز جس کے کرنے سے قرب الٰہی حاصل ہو۔ اس قربانی کا روحانی پہلو یہ نہیں کہ ایک جانور کو ایک طرف لٹا کر چھری پھیر دی بلکہ اس کا روحانی مقصد یہ ہے کہ ہمارے دل میں یہ بات قربانی کرتے وقت سب سے اہم بات ہو کہ یہ جانور جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مسخر کردیا وہ نہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو اور نہ اس کو کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار ہے کہ قربان ہونا چاہتے ہو یا نہیں۔ اس لئے جو اس نے تمہارے حوالے کردیا اس پر تمہیں حق دے دیا کہ اس پر تم چھری چلا سکتے ہو، اس وقت خیال کرنا ضروری ہے کہ یہ قربانی جو دی جارہی ہے اس کی اصلی رُوح اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے آگے ایک جانور کو بے بس کردیا اسی طرح ہم ہمیشہ اللہ کے آگے بے بس ہیں اور وہ جب چاہے ہماری زندگی لے سکتا ہے۔ اسی لئے ہمیشہ تقویٰ کی حالت میں رہنے کا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو جیسا کہ اس کے تقوے کا حق ہے اور تم نہ مرو مگر ایسی حالت میں کہ تم فرمانبردار ہو'' (سورۃ آل عمران ۳ آیت ۱۰۲)

ہمارے پاس ایک سیکنڈ، ایک لمحہ نہ ہو جس میں ہم اللہ تعالیٰ کے ڈر اور تقویٰ کی حالت میں اور اس کے آگے اسلم Submit کئے ہوئے زندگی بسر نہ کر رہے ہوں کیونکہ زندگی کب ختم ہو جائے کسی کو بھی نہیں پتا۔ شاید آج اس بکرے کو بھی نہیں پتا کہ نمازیں ادا ہوتے ہی میرے اوپر چھری چلادی جائے گی۔ جس طرح ایک بکرے کی جان اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں دے رکھی ہے اسی طرح ہماری جان بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور جب اور جہاں چاہے وہ زندگی کا خاتمہ کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر وقت اطاعت میں زندگی بسر کرنے کو ہی اسلام کہتے ہیں۔

ہر وقت ''اسلم'' یعنی فرمانبردار رہنے کا اعلیٰ نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ملتا ہے۔ اور وہ نمونہ ہمارے لئے ایک ہدایت کا موجب رہنا چاہیے۔ قرآن کریم میں آتا ہے: ''یقیناً تمہارے لئے اُن میں اچھا نمونہ ہے، اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ (کے سامنے جانے) اور پچھلے دن کی اُمید رکھتا ہے، اور جو کوئی منہ پھیر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز تعریف کیا گیا ہے'' (سورۃ الممتحنہ آیت ٦)۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور ان کے ساتھ جو لوگ تھے جن میں حضرت اسماعیل کی والدہ بھی شامل ہیں کیونکہ اس قربانی میں سب نے رضامندی کا اظہار کیا ہے۔

عید سے ہمیں کیا حاصل کرنے کا تہیہ کرنا ہے

ہم عید کی ظاہری خوشیاں دیکھتے ہیں۔ ہم جو روایتی خوشیاں مناتے ہیں، اس سے زیادہ ضروری ہے کہ اس عید سے ہمیں کچھ حاصل ہو۔ اگر وہ حاصل ہو گیا تو ہمیشہ کے لئے خوشی حاصل ہو جائے گی اور اگر وہ حاصل نہ ہوا تو عید پھر ایک تہوار جیسے کرسمس یا ایسٹر ہی بن کر رہ جائے گا۔ جو ہم نے حاصل کرنا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیکی، تقویٰ اللہ کو کسی حال میں اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانا، اس پر مکمل توکل کرنا اور اسی کی راہ میں دین کو دنیا پر ہمیشہ مقدم رکھنا۔ یہ ہماری بیعت کا حصہ بھی ہے۔ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونے پر چلنا ہے اور عزم کرنا ہے کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو

قربانی مانگی جائے اسے دینا ہے۔ اس کا عملی نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ کے حکم کی اطاعت میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک کو قربان کر دینے کے لئے تیار ہو جانا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قربان ہو جانے کے لئے گردن کا پیش کر دینا اور آپؑ کا ہر امتحان کے وقت بے جھجک کہہ دینا کہ" میں جہانوں کے رب کا فرمانبردار ہوں"۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم آزمائشوں کا خود ہی معیار مقرر کر دیتے ہیں کہ بہت آزمائے گئے؟ آج کا دن ہمارے عزم کا دن ہو کہ آزمائش جیسی بھی آئے ہم نے اللہ کے دین پر قائم رہنا ہے۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے ہم مسلمان ہیں اور یہ پیغام بچے بچے کو پہنچایا جائے کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا اور کوئی دین نہیں، ہمارا دین صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور جو کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے وہ مسلمان ہوتا ہے۔ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آخری نبی تسلیم کرتے ہیں اور ان کے بعد نہ کوئی نیا نہ پرانا نبی آئے گا۔ اور قرآن کریم وہ آخری کتاب ہے جو وحی کے ذریعہ ایک رسول صلعم پر نازل ہوئی۔ یہ ہمارا مکمل یقین ہے اس لئے ہم مکمل مسلمان ہیں۔ فتوے لوگوں نے بنائے ہوتے ہیں۔ سیاسی فتوے جن میں علمائے دین بھی شامل ہو جاتے ہیں لیکن ان سیاسی فتوؤں سے انسان کافر نہیں ہوا کرتے۔ کافر، کفر اور اسلام یہ دل کے معاملے ہیں اور یہ دل اللہ کے آگے جواب دہ ہے۔ اس لئے یہ کبھی نہ بھولیں اور کسی کو مت بھولنے دیں کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ہی رہیں گے اور اپنی تمام نمازیں، اپنی تمام قربانیاں، اپنی ساری زندگی اور اپنی موت رب العالمین کے حوالے ہے۔ یہ ہمیں یقین ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھہرانا ہمارا عزم ہونا چاہیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں جو چیز سب سے مشترک تھی وہ تھی "لاشریک لہ"۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو بتوں سے خالی کر دیا، اپنی زندگی کا جو مقصد لے کر آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی واحدنیت کو قائم کیا جائے۔ اس شرک بھرے ملک میں کعبہ جہاں ۳۶۰ بت پڑے ہوتے تھے اس سے ان کو خالی کر دیا اور وہ اللہ کا گھر کہلایا۔ ہمارے دل بھی اللہ کا گھر کہلاتے ہیں، ہمیں آج اپنے دلوں کو ٹٹولنا ہے کہ ان میں کتنے بت ہیں جن کو ہم نے توڑنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی دل میں آئے گا جس میں کوئی بت نہ ہو۔ وہ شرک والے دل میں نہیں بسے گا۔ اور وہ دل باوجود اللہ کا گھر کہلانے کے ایک تاریک کوٹھری بن جاتا ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ:

The darkest thing in the world is the beloved house without the beloved in it.

"وہ گھر سب سے تاریک گھر ہو گا چاہے وہ محبوب کا گھر ہو جس میں محبوب ہی نہ ہو" تو اپنے محبوب کے لئے جگہ بنانے کے لئے ہمیں کچھ صفائی کرنی پڑے گی، ہمیں تمام بتوں کو توڑنا ہے اور ہر ایک انسان کے دل میں اپنے اپنے بت ہوتے ہیں۔ کوئی نہیں یہ لسٹ دے سکتا ہے کہ یہ یہ چیزیں آپ نے کم کرنی ہیں۔

حج کا فلسفہ

آخر میں میں حضرت جنیدؒ جو ایک اولیا اللہ تھے ان کا حج کے متعلق فلسفہ آپ کے سامنے مختصراً بیان کرتا ہوں اس کی تفصیل کتاب "کشف المحجوب" صفحہ ۲۴۸ میں درج ہے:

☆ جب گھروں سے کوچ کرو اس وقت گناہوں سے بھی کوچ کرو۔

☆ جب کپڑے بدل کر احرام باندھو تو بشری صفات سے بھی جدا ہو جاؤ۔

☆ خانہ کعبہ کا طواف کرو تو حق تعالیٰ کے جمال کے نتائج کو دیکھو۔

☆ صفا مروا کو صحیح کرو تو نفس کو صاف اور پاک کرو۔

☆ منا میں تمہاری ہستیاں تم سے جدا ہو جائیں۔

☆ جب قربانی کرو تو اپنی نفسانی خواہشوں کو بھی قربان کر دو۔

☆ جب تم پتھر مارو تو اپنے گناہوں کو بھی پتھروں کی طرح پھینک دو اور انہیں وہیں چھوڑ کر آ جاؤ اور ان پتھروں کا نشانہ اپنے اندر کے شیطانوں پر بھی مارو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دن بھی دکھائے جب ہم حج کی سعادت نصیب کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ہمیں حج کی سعادت سے محروم رکھا گیا ہے۔ ہمیں یہ دعا کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس ملک کو دین کی روح سے نواز دے۔ پاک پاکستان بنا دے اور اس میں نیک لوگ آئیں جو دین کی خدمت کریں اور اپنی سیاست کی بجائے اللہ تعالیٰ کا دین جیسے اسے ہونا چاہیے جہاں ہر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے کو مسلمان سمجھا جائے وہ پاکستان اللہ تعالیٰ اس کو بنائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حفاظت میں رکھے، بیرونی خطرات سے بچا کر رکھے، ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ قائم رکھے، ہمارے ایمانوں کو کوئی چیز ہلا نہ سکے۔ ہم صرف اللہ پر یقین رکھیں۔ اور وہ ہماری مدد فرمائے اور ہماری حفاظت فرمائے اور

اپنے دین پر بغیر ڈر کے ہم اس ملک میں اس پر عمل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو تخریب کاری سے بچائے خاص کر اس ملک کو، خاص کر ان جماعتوں کو جو اللہ کی راہ میں کام کرتی جا رہی ہیں، تمام بیماروں کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے اور جو ہم میں سے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جنت میں اونچے مقام عطا فرمائے اور جو ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں نیک نمونوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو صبر عطا فرمائے۔ ہماری قربانیاں قبول فرمائے اور وہ صحیح جذبہ جس کے ماتحت قربانی ہونی چاہیے اس کا ہمیں احساس رہے اور اس کے ساتھ ہمارا آئندہ دین پر استقامت سے قائم رہنے کے عزم پر ہمیں قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے آگے قربانی دینے اور اس کے آگے نمازیں قائم کرنے والے ہم ہمیشہ کے لئے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ تمام دعائیں قبول فرمائے۔

آپ سب کو میری طرف سے عید مبارک ہو

(فہرست۔مضامین)

ایثار، قربانی اور خدمتِ انسانیت

از: ابو عباد

عید الاضحیٰ کے مبارک ایام امتِ مسلمہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بے مثال قربانیوں کی یاد دلاتے ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمان ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے قربانیاں پیش کرتے ہیں، تکبیریں بلند کرتے ہیں اور اخوت و محبت کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ تاہم عید الاضحیٰ کا پیغام صرف جانوروں کی قربانی تک محدود نہیں بلکہ یہ انسان کو اپنی پوری زندگی میں ایثار، اطاعت، تقویٰ اور خدمتِ خلق کا درس دیتا ہے۔

قرآن کریم قربانی کی حقیقی روح کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج: ۳۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کو نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون، بلکہ اس تک تقویٰ پہنچتا ہے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ قربانی کا اصل مقصد اخلاص، اطاعت اور تقویٰ کا حصول ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”قرآنِ شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے بڑی تاکید ہے“۔ (ایام الصلح)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ایثار اور وفاداری کی ایک روشن مثال ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وطن چھوڑا، آرام و آسائش کو ترک کیا اور اپنی محبوب ترین چیزوں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔ یہی وہ روح ہے جو ایک مومن کو اپنی ذاتی خواہشات سے بلند کر کے رضائے الٰہی کے مقام تک پہنچاتی ہے۔

آج اللہ تعالیٰ ہم سے اپنے بچوں کی قربانی کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی خود غرضی، نفرت، لالچ، تکبر اور بے حسی کو قربان کریں۔ حقیقی قربانی یہی ہے کہ انسان اپنی انا کو مغلوب کر کے خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔

اسلام اور خدمتِ انسانیت

اسلام صرف عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل طرزِ حیات ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ساتھ بندگانِ خدا کے حقوق ادا کرنے کی بھی تلقین کرتا ہے۔ نماز انسان کو اپنے خالق سے جوڑتی ہے جبکہ خدمتِ خلق اسے خدا کی مخلوق سے وابستہ کرتی ہے۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور محتاجوں کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ ۚ---

یعنی اور اُس کی محبّت کے لیے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو اور غلام آزاد کرنے میں مال دے۔ (البقرہ: ۱۷۷)

اسی مضمون کو مزید واضح کرتے ہوئے سورۃ الدہر میں فرمایا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (الدہر: ۹)

یعنی "اور اس کی محبّت کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں"۔

یہی حقیقی اسلام ہے کہ انسان دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھے۔ اگر ہمارے ارد گرد کوئی بھوکا، بیمار، پریشان یا تنہا ہو اور ہم اس کی خبر گیری

نہ کریں تو ہمیں اپنی عملی زندگی کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ"

یعنی بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

یہ حدیث اسلامی تعلیمات کا ایک بنیادی اصول بیان کرتی ہے کہ انسان کی فضیلت اس کے مال و دولت یا منصب میں نہیں بلکہ اس کی نفع رسانی میں ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمِ ہمدردی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدمتِ خلق اور ہمدردی کو مومن کی بنیادی صفت قرار دیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔ اپنے تو در کنار، میں تو کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوئوں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔" (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۸۲۔۸۳)

ایک اور مقام پر آپؑ فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھو کہ کس قدر خدمات میں عمر کو گزارا اور حضرت علیؓ کی حالت کو دیکھو کہ اتنے پیوند لگائے کہ جگہ نہ رہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک بڑھیا کو ہمیشہ حلوہ کھلانا وطیرہ کر رکھا تھا۔ غور کرو کہ یہ کس قدر التزام تھا۔ جب آپ فوت ہو گئے تو اس بڑھیا نے کہا کہ آج ابو بکرؓ فوت ہو گیا۔ اس کے پڑوسیوں نے کہا کہ کیا تجھ کو الہام ہوا یا وحی ہوئی؟ تو اس نے کہا نہیں آج حلوا لے کر نہیں آیا اس واسطے معلوم ہوا کہ فوت ہو گیا۔ یعنی زندگی میں ممکن نہ تھا کہ کسی حالت میں بھی حلوا نہ پہنچے۔ دیکھو کس قدر خدمت تھی۔ ایسا ہی سب کو چاہیے کہ خدمتِ خلق کرے۔"

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۶۹-۳۷۰)

عدل، احسان اور محبتِ الٰہی

اسلام کی تعلیم صرف عدل تک محدود نہیں بلکہ احسان اور ایثار تک پہنچتی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (النحل: ۹۱)

اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں": غرض آیت اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى (النحل: ۹۱) کی یہ تفسیر ہے اور اس میں خدا تعالیٰ نے تینوں مرتبے انسانی معرفت کے بیان کر دیئے اور تیسرے مرتبہ کو محبت ذاتی کا مرتبہ قرار دیا اور یہ وہ مرتبہ ہے جس میں تمام اغراض نفسانی جل جاتے ہیں اور دل ایسا محبت سے بھر جاتا ہے جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔" یعنی عطر کی شیشی ہو۔

"اسی مرتبہ کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (البقرة: ۲۰۸) یعنی بعض مومن لوگوں میں سے وہ بھی ہیں کہ اپنی جانیں رضاءِ الٰہی کے عوض میں بیچ دیتے ہیں اور خدا ایسوں ہی پر مہربان ہے۔ اور پھر فرمایا بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرة: ۱۱۳) یعنی وہ لوگ نجات یافتہ ہیں جو خدا کو اپنا وجود حوالہ کر دیں اور اس کی نعمتوں کے تصور سے اس طور سے اس کی عبادت کریں کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہیں سو ایسے لوگ خدا کے پاس سے اجر پاتے ہیں اور نہ ان کو کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم کرتے ہیں یعنی ان کا مدعا خدا اور خدا کی محبت ہو جاتی ہے اور خدا کی نعمتیں ان کا اجر ہوتا ہے" اور پھر ایک جگہ فرمایا: يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا (الدهر: ۹-۱۰) یعنی مومن وہ ہیں جو خدا کی محبت سے مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو روٹی کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس روٹی کھلانے سے تم سے کوئی بدلہ اور شکر گزاری نہیں چاہتے اور نہ ہماری کچھ غرض ہے۔ ان تمام خدمات سے صرف خدا کا چہرہ ہمارا مطلب ہے۔" اس ساری خدمت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید نظر آ جائے۔ "اب سوچنا چاہئے کہ ان تمام آیات سے کس قدر صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف نے اعلیٰ طبقہ عبادت الٰہی اور اعمال صالحہ کا یہی رکھا ہے کہ محبت الٰہی اور رضاءِ الٰہی کی طلب سچے دل سے ظہور

میں آوے۔" (نورالقران)

صحابہ کرامؓ کا ایثار

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ایثار اور قربانی کے روشن نمونوں سے بھری ہوئی ہیں۔ ایک موقع پر ایک صحابی کے گھر کھانے کی شدید کمی تھی لیکن جب ایک مہمان آیا تو انہوں نے اپنی ضرورت پر مہمان کی ضرورت کو ترجیح دی۔ اس بے مثال ایثار کی تعریف کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے:
وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: ۱۰)

یعنی وہ اپنی ضرورت کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔
یہی ایثار اسلام کا حسن اور قربانی کی حقیقی روح ہے۔

موجودہ دور میں ہماری ذمہ داریاں

آج کا انسان بے شمار مادی سہولتوں کے باوجود ذہنی دباؤ، تنہائی اور بے اطمینانی کا شکار ہے۔ بہت سے لوگ قرضوں، بیماریوں، گھریلو مسائل، بے روزگاری اور نفسیاتی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ ایسے حالات میں کسی کو سہارا دینا، اس کی بات سن لینا، اس کے لیے وقت نکالنا یا اس کی حوصلہ افزائی کرنا بھی عظیم نیکی ہے۔

اسلام انسان کو صرف عبادت گزار نہیں بلکہ دردمند اور مفید انسان بنانا چاہتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے چہرے کی مسکراہٹ بھی صدقہ ہے۔"

اسی طرح آپؐ نے فرمایا: "وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے جبکہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلاتمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔" (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۱۹)

نتیجہ

عید الاضحیٰ کا حقیقی پیغام صرف جانوروں کی قربانی نہیں بلکہ اپنی خواہشات، انا، تکبر اور خودغرضی کو قربان کرنا ہے۔ یہ تہوار ہمیں تقویٰ، ایثار، ہمدردی اور خدمتِ خلق کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اگر ہماری قربانی ہمیں ایک بہتر انسان، بہتر مسلمان اور انسانیت کے لیے زیادہ مفید فرد بنا دے تو یہی اس عبادت کا حقیقی مقصد ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے گھروں، خاندانوں، محلوں اور معاشرے میں محبت، رحم، اخوت اور خدمتِ خلق کو فروغ دیں۔ والدین، رشتہ داروں، پڑوسیوں، غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کے حقوق ادا کریں اور اسلام کی خوبصورت تعلیمات کو اپنے کردار سے نمایاں کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی تقویٰ، ایثار، محبت، رحم اور اخلاص عطا فرمائے اور قربانی کی حقیقی روح کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(فہرست ــ مضامین)

ہماری قربانیوں کا مقصد

از: ناظمہ حق

اللہ تعالیٰ نے عبادات کے اختتام پر مسلمانوں کے لئے خوشی اور شکر کے دن مقرر فرمائے ہیں۔ چنانچہ رمضان المبارک کے بعد عید الفطر عطا کی گئی اور حج کے عظیم فریضہ کے ساتھ عید الاضحی کو وابستہ کیا گیا۔ روزہ اور حج دونوں اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل ہیں۔ حج کے اعمال میں قربانی کو ایک خاص مقام حاصل ہے، جسے "نحر" کہا جاتا ہے۔ اگرچہ ہر مسلمان حج کی سعادت حاصل نہیں کر سکتا، لیکن قربانی ایسی عبادت ہے جس میں دنیا بھر کے مسلمان شریک ہو کر سنت ابراہیمی کو زندہ کرتے ہیں۔

جب رسول کریم صلعم سے قربانی کی حقیقت دریافت کی گئی تو آپؐ نے فرمایا: "یہ تمہارے جدّامجد ابراہیم کی سنت ہے"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی قربانیوں اور آزمائشوں سے عبارت تھی۔ آپؑ نے توحید کی خاطر اپنی قوم کی مخالفت برداشت کی، بت شکنی کے جرم میں بادشاہ وقت کے سامنے پیش ہوئے، آگ میں ڈالے گئے، اور اپنے والد کی ناراضی کے باوجود صبر اور دعا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ قرآن کریم میں آپؑ کا یہ عظیم اخلاقی نمونہ محفوظ ہے کہ آپ نے فرمایا: "آپ کے لئے میں اپنے رب سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو معاف کردے۔" (سورۃ مریم ۴۷)

حضرت ابراہیمؑ کو اپنا وطن بھی چھوڑنا پڑا اور انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ہجرت اور جدوجہد میں گزارا۔ مگر ان تمام امتحانات کے بعد ایک اور نہایت سخت آزمائش باقی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھنا چاہا کہ بڑھاپے میں عطا ہونے والے اکلوتے بیٹے کی محبت کہیں خدا تعالیٰ کی محبت پر غالب تو نہیں آ گئی۔ چنانچہ حکمِ الٰہی کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے اپنے پیارے بیٹے کی قربانی کے لئے خود کو تیار کر لیا۔ یہ اطاعت، وفا اور اخلاص کی ایسی مثال تھی جس نے رہتی دنیا تک ایمان والوں کے لئے معیار قائم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی قبول فرمائی اور ذبح ہونے والے بیٹے کی جگہ ایک عظیم قربانی عطا کر دی۔

اسی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے امت محمدیہؐ ہر سال لاکھوں جانور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرتی ہے۔ یہ قربانی محض ایک رسم یا تہوار نہیں بلکہ اپنے نفس، خواہشات اور ذاتی مفادات کو خدا تعالیٰ کی رضا پر قربان کرنے کا عملی اعلان ہے۔

قرآن کریم کی سورۃ الکوثر میں بھی قربانی کا ذکر موجود ہے، جہاں "فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ" کا حکم دے کر عبادت اور قربانی کو باہم جوڑا گیا ہے اور ساتھ ہی دشمن کے ابتر ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے، اور سب سے بڑی خیر جو رسول کریم صلعم دنیا کو عطا فرما گئے وہ قرآن کریم ہے۔ یہی کتاب انسانیت کے لئے ہدایت، رحمت، شفاء اور دائمی کامیابی کا سرچشمہ ہے۔

اسی خیر کثیر کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی ذمہ داری مجدد زماں مسیح دوراں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے اپنی جماعت کے سپرد فرمائی۔ آپؑ نے توجہ دلائی کہ دین کی اشاعت اور اسلام کی سچائی کو غالب کرنے کے لئے قربانی ناگزیر ہے۔ "نحر" اور "ابتر" کے الفاظ اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ قربانی کے بغیر نہ فرد کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ کوئی جماعت ترقی کر سکتی ہے۔

آج بھی اگر ہم چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم دنیا میں غالب ہو اور انسانیت اس کی روشنی سے فیض یاب ہو تو ہمیں جان، وقت، صلاحیتوں اور مال کی قربانیاں پیش کرنا ہوں گی۔ تبلیغِ اسلام، خدمتِ انسانیت، دینی تربیت اور جماعتی نظام کی مضبوطی اسی وقت ممکن ہے جب قربانی کا جذبہ زندہ ہو۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم وقتی مشکلات، مخالفتوں اور دنیاوی رکاوٹوں سے گھبرانے کی بجائے استقامت کے ساتھ اپنے مشن پر قائم رہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی سنت اور عید الاضحیٰ کا پیغام یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہر قربانی پیش کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم مجدد زماں کے سپرد کردہ مشن کو اخلاص اور وفاداری کے ساتھ آگے بڑھائیں اور قرآن کریم کی خیر کثیر کو دنیا کے ہر گوشہ تک پہنچانے کی کوشش جاری رکھیں۔ یہی حقیقی قربانی ہے اور یہی ایک مومن کی شان ہے۔(فہرست۔مضامین)

غزہ میں عید الاضحی جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات